ISSN : 2278-0718

اردو زبان و ادب کا پاسبان عالمی ریسرچ جرنل

سہ ماہی

تزئینِ ادب

شیر پور (انڈیا)

جلد: ۳ شمارہ: ۱

جنوری تا مارچ ۲۰۱۹ء

مدیر اعلیٰ : ڈاکٹر ساجد علی قادری

PRINCIPAL
Govt. College of Arts & Science
Aurangabad

قیمت
₹75/-
روپے

نیا نے تجربات و حوادث کی شکل میں
مجھے دیا ہے وہ لوٹا رہا ہوں میں

ساحر لدھیانوی

"TAZEEN-E-ADAB" Vol 2 Issue No.1
ISSN 2278-0718

دامنِ تزئینِ ادب

موضوعات	نمبر	عنوانات	قلم کار	صفحہ نمبر
اداریہ	1	کہنے کی بات	مدیرِ اعلیٰ	1
حمد و نعت	2	حمد	ابن حسن بھٹکلی	2
	3	نعت	قیصر الجعفری	
روشنی	4	چکبست لکھنوی اور عروس حب الوطنی	ڈاکٹر شرف النہار، اورنگ آباد	3
آگہی	5	علم، متعلم اور معلم: امام غزالی کی نظر میں	ڈاکٹر نکہت فاطمہ، لکھنؤ	7
	6	ممبئی میں افسانہ نگاری کی روایت	خان افروز فاطمہ، اورنگ آباد	11
دستک	7	میر کے عہد میں اردو غزل کے فکری و فنی امتیازات	رشی کمار شرما، وارانسی	17
	8	اردو شاعری میں سائنسی فکر	رضیہ پروین، رامپور	23
تحقیق و تدوین	9	فارسی و اردو زبانوں کی تہذیبی ہم آہنگی: محاورات و ضرب الامثال کی روشنی میں	ڈاکٹر سکینہ امتیاز خان، ممبئی	31
	10	اردو کا نثری سفرنامہ	ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ شکیل، برہان پور	39
	11	اردو قصیدے پر عربی قصیدے کے اثرات	افروز جبین، ناگپور	46
	12	اردو زبان کی پیدائش و ذرائع	ڈاکٹر مقبول سلیم شیخ مہتاب، بیکور	49
	13	دار الترجمہ عثمانیہ	نزہت پروین محمد غوث، اورنگ آباد	53
تنقید و تجزیہ	14	جموں و کشمیر میں ہم عصر اردو ڈراما اور تھیٹر کی صورتحال	ڈاکٹر محی الدین زور کشمیری، ماگام	56
	15	اردو میں خواتین کے آپ بیتیانہ ناول: ایک جائزہ	نزہت آمنہ شیخ نظر، جلگاؤں	64
	16	اعجاز نبی کاریگر کی غزل گوئی پر ایک نظر	سید ثمینہ بشیر احمد، سولاپور	69
آئینہ	17	کیفی اعظمی کی شاعری میں عورت	ڈاکٹر سید حسین زیدی، نندوربار	72
	18	اکبر، اقبال اور اسرار خودی	ڈاکٹر محمد افضل، الٰہ آباد	74
	19	اصناف سخن میں غزل کا جمالیاتی مقام: ایک مطالعہ	محمد یٰسین گنیے، دانشگاہ کشمیر	83

Principal
Govt. College of Arts & Science
Aurangabad

دار الترجمہ عثمانیہ

نزہت پروین محمد شوکت
اسسٹنٹ پروفیسر وصدر شعبہ اردو
گورنمنٹ کالج ، اورنگ آباد ۔ مہاراشٹر

۲۲ ستمبر ۱۹۱۸ء کو دکن میں ایک ایسے جامعہ کی بنیاد پڑی جو مادری زبان کا پرستار تھا۔ یہاں پر تمام علوم کی تعلیم مادری زبان یعنی اردو میں ہوا کرتی تھی، یہ بالکل نیا تجربہ تھا اس سے پہلے اتنی پابندی سے اس طرف دھیان نہیں دیا گیا تھا۔ فورٹ ولیم کالج ، دلی کالج وغیرہ کی غرض وغایت مختلف تھی۔

جامعہ عثمانیہ میں آرٹس کے ساتھ ساتھ ریاضی، سائنس، طب اور قانون وغیرہ مضامین کو بھی پڑھایا جاتا تھا۔ حالانکہ یہ پہلی مرتبہ ہو رہا تھا۔ دراصل جامعہ عثمانیہ ان لوگوں کا خواب تھا جو اعلیٰ تعلیم بھی اپنی مادری زبان میں حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس کے قیام نے علمی ، ادبی نیز قومی خیالات، جذبات واحساسات کو جلا بخشی۔ اردو زبان ذریعہ تعلیم تھی جبکہ انگریزی کی حیثیت ثانوی تھی، لیکن بطور مضمون لازمی شمار ہوتا تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ اساتذہ و طلباء مغربی علوم سے بھی مستفید ہوں۔ مجموعی طور پر ایک جدید یونیورسٹی کے خواب کی تعبیر جامعہ عثمانیہ کی صورت میں سامنے آئی۔ نظام حیدرآباد نے اپنے شاہی اعلان میں یونیورسٹی کا افتتاح اس طرح کیا :

"مجھے بھی اس عرضداشت سے پورا اتفاق ہے کہ ممالک محروسہ (ریاستِ حیدرآباد) کے لیے ایک ایسی یونیورسٹی قائم کی جائے جس میں قدیم مشرقی اور مغربی علوم وفنون کا امتزاج اس طور سے کیا جائے کہ موجودہ نظام تعلیم کے نقائص دور ہو کر جسمانی، دماغی اور روحانی تعلیم کے قدیم وجدید طریقوں سے پورا فائدہ حاصل ہو سکے۔ جس میں علم پھیلانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ تمام علمی شعبوں میں اعلیٰ درجے کی تحقیق کا کام بھی جاری رہے۔ اس یونیورسٹی کا اصل اصول یہ ہونا چاہیے کہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہماری زبان اردو، قرار دی جائے اور انگریزی زبان کی تعلیم بھی بحیثیت ایک زبان کے ہر طالب علم کے لیے لازمی قرار دی جائے۔ لہذا میں خوشی کے ساتھ اجازت دیتا ہوں کہ میری تختِ نشینی کی یادگار میں حسب مذکور اصول پر مملوعہ عرضداشت کے موافق ممالک محروسہ کے لیے حیدرآباد میں یونیورسٹی قائم کرنے کی کاروائی شروع کی جائے اس یونیورسٹی کا نام عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد ہوگا۔" [۲]

اس طرح ۲۸ اگست ۱۹۱۹ء کو حیدرآباد میں بمقام سانحہ توپ جامعہ عثمانیہ کا افتتاح ہوا اور سانحہ توپ کی عمارت جامعہ عثمانیہ کے

Govt. College of Arts & Science
PRINCIPAL
Govt. College of Arts & Science
Aurangabad

لیے لی گئی۔ اس کے علاوہ بھی آس پاس کی کئی عمارات کو مختلف شعبہ جات کے لیے کرایہ پر لیا گیا۔ واضح رہے کہ جامعہ سے قبل ہی ترجمہ و تالیف کے مسائل پر تبادلۂ خیال کیا جاتا رہا تھا۔ چونکہ اردو زبان میں تدریس ہونا طے پایا تھا مگر اردو زبان میں مواد کی عدم فراہمی بھی خود ایک مسئلہ تھی۔ پھر اس کا حل یہ نکالا گیا کہ ترجمہ کے ذریعے اس غرض کو پورا کیا جائے۔ کیونکہ اس طرح کے مسائل فورٹ ولیم، دلّی کالج وغیرہ میں بھی درپیش آچکے تھے۔ حیدرآباد میں شمس الامراء امیر کبیر کا ذاتی دارالترجمہ تھا لیکن وہ جامعہ کی ضرورت کو پورا نہیں کرسکتا تھا۔ اسی لیے دو سال قبل یعنی ۱۴، اگست ۱۹۱۷ء کو ترجمے کے لیے علاحدہ شعبہ بنایا گیا۔ جہاں پر ترجمہ و اصطلاحات پر بحث و مباحثہ کے ذریعے مسائل حل کیے جاتے تھے۔ اس کا اور ایک مقصد تھا کہ جامعہ کے طلباء کے لیے اردو میں نصابی کتب تیار کی جائیں۔ اس کے لیے مختلف کمیٹیاں بنائی گئیں۔

(۱) ارکانِ دارالترجمہ، (۲) ارکان مجلس وضع اصطلاحات (۳) مجلس اہلِ علم و فن جن سے وضع اصطلاحات کے سلسلہ میں مشورہ لیا جاتا تھا۔ (۴) مجلسِ انتخابات نصاب (۵) مجلسِ نظرِ ثانی (۶) مذہبی نقطۂ نظر سے ترجموں پر غور کرنے کے لیے کمیٹی (۷) ادبی نقطۂ نظر سے ترجموں کو دیکھنے والی کمیٹی۔

جامعہ عثمانیہ کے وائس چانسلر ڈاکٹر رضی الدین صدیقی نے ان علماء کی فہرست کے نام متعلقہ مضامین کے اس طرح بتائے ہیں۔

۱) قاضی محمد حسین۔ ایم۔ اے (کینٹیب) ریاضی
۲) چوہدری برکت علی۔ ایم۔ اے۔ (علیگ) کیمیاء
۳) سیّد ہاشمی فرید آبادی، تاریخ
۴) جناب الیاس برنی، ایم۔ اے، (علیگ) معاشیات
۵) قاضی تلمذ حسین، تاریخ۔ سیاسیات۔ قانون
۶) مولانا ظفر علی خاں، تاریخ
۷) مولانا ماجد دریا آبادی، نفسیات۔ تاریخ
۸) مولانا عبدالحلیم شرر۔ تاریخ
۹) علامہ عبداللہ العمادی۔ فلسفہ
۱۰) سیّد علی رضا، قانون۔ انجینیرنگ۔ تاریخ
۱۱) عبدالحکیم۔ فلسفہ۔ تاریخ

(بحوالہ دارالترجمہ حیدرآباد، دکن مطبوعہ اخبار اردو)

مجید بیدار ان مترجمین کے حوالے سے کہتے ہیں کہ:

"مترجمین کی یہ پہلی جماعت تھی، جس کا تقرر عمل میں آیا۔ بعد میں جوں جوں مزید مضامین میں کتابوں کے ترجمے کی ضرورت پیش آتی گئی دیگر مترجمین کا تقرر بھی ہوتا گیا۔ اس طرح ۱۹۵۰ء تک شعبہ تالیف و ترجمہ نے ۱۳۰ مترجم بھرتی کیے اور اس مدت میں کل وقتی اور جزوقتی مترجمین نے چار سو کتابوں کے ترجمے کیے۔"[۵]

ترجمہ کے موضوعات کے تعلق سے بھی جامعہ نے تقریباً تمام علوم کا احاطہ کیا ہے۔ تاریخ ہند، تاریخ یوروپ، تاریخ انگلستان، تاریخ یونان، تاریخ روما، تاریخ اسلام، کے علاوہ جغرافیہ، ریاضیات، قانون، معاشیات، فلسفہ، طب، علم حیاتیات، عمرانیات، اخلاقیات، سیاسیات وغیرہ موضوعات کی کتابیں دارالترجمہ سے شائع ہوئیں۔ جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ دارالترجمہ میں مختلف اقسام کی کمیٹیاں تھیں۔

Govt. College of Arts & Science Aurangabad
PRINCIPAL
Govt. College of Arts & Science
Aurangabad

یہ کمیٹیاں اپنی غرض کی کتابوں کو چن کر مجلس اعلیٰ کو پیش کرتی تھیں۔ پھر مجلس اعلیٰ اس طرح ترجمہ شدہ پر ماہرین سے دوبارہ جانچ کی جاتی اس کے بعد کتاب منظر عام پر آتی۔ وضع اصطلاحات بھی بڑا مسئلہ تھا کیونکہ ایسے کئی الفاظ تھے۔ جن کے مترادفات اردو میں نہیں ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ عام فہم اور ثقیل الفاظ کا الگ مسئلہ تھا۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق اصطلاحات کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ :

"نئے وضع کردہ الفاظ اور نئی اصطلاحات یقیناً اجنبی اور نامانوس معلوم ہوں گے۔ اور اہل زبان اس پر ناک بھوں چڑھائیں گے۔ لیکن چونکہ بالکل نئے علوم اردو میں منتقل کیے جا رہے ہیں اس لیے ایسا ہونا قدرتی امر ہے........ ایسا ملک جس سے ایجاد و اختراع کا مادہ سلب ہو گیا ہو، جہاں کے لوگ نئی چیزوں کے بنانے یا دیکھنے کے عادی نہ ہوں، وہاں ایسا ہونا تعجب کی بات نہیں۔"

(مقدمہ۔ مطبوعات دارالترجمہ)

ہر عہد کی اپنی جدا ضروریات ہوتی ہیں۔ علمی و ادبی ذوق بھی اپنے عہد کا ترجمان ہوتا ہے۔ فورٹ ولیم کالج کے عہد میں ہندوستانی زبان کی مانگ تھی۔ دہلی کالج میں انگریزی زبان کا دور دورہ تھا جبکہ جامعہ عثمانیہ مادری زبان میں مکمل دستگاہ چاہتی تھی۔ اس لیے نہایت ہی قلیل مدت میں ترجمہ و تالیف کے کام انجام دیے گئے۔ وضع اصطلاحات کے لیے بھی کئی مسائل درپیش تھے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اصطلاح سازی کا کام دارالترجمہ کے ذریعے بہت بڑے پیمانے پر انجام دیا گیا۔ آج ہم ان اصطلاحات کو فضول یا بے کار نہیں کہہ سکتے جیسا کہ ڈاکٹر گوپی نارنگ نے دارالترجمہ کے اصطلاح سازی کے متعلق کہا کہ :

"عثمانیہ یونیورسٹی کے دارالترجمہ میں علوم کی کئی کتابوں کے اردو ترجمہ ہوئے، چونکہ اس وقت یہ تصور عام تھا کہ اردو، فارسی اور عربی سے استفادہ کر سکتی ہے۔ اس لیے اصطلاحیں زیادہ تر انہیں ماخذ سے لی گئیں۔ اس سے عربیت کی لئے بڑھ گئی۔ نیز چونکہ اردو کی ہند آریائی میراث کو اور مخلوط صوتیات کو نظر انداز کیا گیا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ ترجموں کی زبان ثقیل، بوجھل اور ادق ہو گئی۔ آج جامعہ عثمانیہ کی یہ کتابیں اوراق پارینہ کا درجہ رکھتی ہیں اور ان ہزاروں اصطلاحوں کو آج کوئی پوچھتا بھی نہیں جو اس زمانے میں وضع ہوئیں تھیں۔" (اصطلاحات سازی "مطبوعہ غالب" کراچی)

حقیقت تو یہ ہے کہ دارالترجمہ کے وضع کردہ اصطلاحات سے نہ صرف اس دور میں بلکہ آج تک لوگ استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔ عبدالماجد دریابادی کا ترجمہ "منطق استقراجی واستقرائی" پہلی کتاب ہے۔ جو دارالترجمہ کے ذریعے شائع ہوئی۔ اس کتاب کی سن اشاعت ۱۹۱۹ء ہے۔ دارالترجمہ کی مطبوعات کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ ۱۹۳۳ء تک ۳۵۸ کتب کا اندراج مطبوعہ فہرست میں ہے جانکی پرشاد عصر جدید میں ۳۹۶ بتاتے ہیں۔ جبکہ سید احمد صاحب اور احمد سہروردی نے دارالترجمہ کی کتابوں کی تعداد ۵۰۰ بتائی ہیں۔

☆☆☆☆

Govt. College of Arts & Science Aurangabad
PRINCIPAL
Govt. College of Arts & Science
Aurangabad